فکرِ روایت اور تصوف

(مغرب میں تصوف کے فروغ میں فکر روایت کا حصہ اور پاکستان کے اردو ادب پر اثرات)

Narrative Thought and Mysticism

(Role of Narrative Thought in the development of western Mysticism and its effects on Urdu literature in Pakistan)

ڈاکٹر حافظ محمد عبدالقیوم*

ABSTRACT

Islam and Mysticism or tasawuf have coexisted. Sufism has flourished in all Muslim dominated regions. Sufism is a mode of spirituality within Islam. Sufi schools teach three parts: Shariah, Tariqah and Haqiqh.

In this article, traditional thoughts in Sufism and its impacts on the world especially in the region of Indo-Pak have been discussed. The shrines of Pakistani Sufis are the centers of inspiration for mysticism and spirituality that influence cultures and civilizations.

Key words: Mysticism, Shariah, Tareeqah, Sufism, Traditions.

شریعت اور طریقت کو اگر اسلام کے دو دھارے قرار دیا جائے تو مغرب میں اسلام کا پیغام شریعت کی بجائے طریقت کے ذریعے زیادہ پھیلا اور عام ہوا ہے۔ وگرنہ اہل مغرب کا طریقت کی نسبت شریعت کے ساتھ رویہ عمومی طور پر معاندانہ رہا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل مغرب کے اجتماعی حافظہ میں صلیبی جنگوں کا پس منظر سمایا ہوا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ تصوف کے فروغ میں مغربی اہل فکر و دانش کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ مغرب میں تصوف اور سلاسلِ تصوف مشرق سے پہنچے ہیں۔ اس سلسلہ میں مغرب کا اپنا کوئی

* اسسٹنٹ پروفیسر شیخ زید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

حصہ نہیں ہے۔ اور نہ وہاں تصوف کی کوئی روایت پروان چڑھ سکی ہے۔ اس سلسلہ میں مغرب سارے کا سارا مشرق کا مرہون منت ہے۔

اینڈریو رالنسن (Andrew Rawlinson) لکھتے ہیں:

> "In fact, I think it is true to say that Western scholarship played no significant part in the development of Western Sufism."(1)

مغرب کے اہل علم افراد نے اگرچہ انیسویں صدی میں مشرقی اسلامی تصوف کی کتب کے تراجم مغربی زبانوں میں کرنا شروع کر دیے تھے مگر خود اہل مغرب کے ہاں کوئی صوفی پیدا نہیں ہوا۔

مغرب میں اسلامی تصوف مندرجہ ذیل دو ذرائع سے پہنچا:

الف۔ مغرب میں تصوف کا سلسلہ برصغیر پاک و ہند کی شخصیت پیر و مرشد حضرت عنایت خان کے ذریعے انیسویں صدی میں پہنچا اور یہ چشتی سلسلہ تھا۔

ب۔ دوسرا ذریعہ جہاں سے تصوف یورپ میں پہنچا وہ فکر روایت (TRADITIONALISM) کے حامل افراد کے ذریعہ اہل مغرب متعارف ہوئے۔ ان افراد نے تصوف کی روایت مشرق ہی سے حاصل کی۔ اہم بات یہ ہے کہ یہ لوگ معروف صوفی محی الدین ابن عربی سے متاثر تھے۔

ان دونوں ذرائع میں فرق یہ ہے کہ حضرت عنایت خان تو اگرچہ مشرقی فرد تھے مگر فکرِ روایت کے حاملین مغربی اشخاص تھے، اور مماثلت اس بات میں ہے کہ دونوں نے مشرقی تصوف کی روایت کو آگے بڑھایا۔

فکر روایت کا تعارف:

روایت پسندوں کے مطابق اصطلاحِ "روایت" میں انسانوں پر نازل ہونے والی وحی کے حوالے سے تقدیس کا عنصر شامل ہے۔ یہ اصطلاح اپنے وسیع ترین معنی میں "الدین" بھی ہے یعنی مذہب کے تمام پہلو اور ساری شاخیں شامل ہیں اور "السنۃ" بھی یعنی وہ روایت جو مقدس نمونوں پر مبنی ہے۔ "روایت" ایک ایسا درخت ہے جس کی جڑیں وحی کے ذریعے فطرت الٰہیہ میں پوشیدہ ہیں، جن سے زمانے کے گزرنے کے

ساتھ تنا اور شاخیں پھوٹتیں ہیں ۔ روایت کے معنی ابدی، مقدس اور غیر مبدل صداقت ، نیز حکمت جاوداں اور اس کے غیر متغیر اصولوں کے زمان و مکان کی مختلف النوع صورت حال پر، مسلسل انطباق کے ہیں۔ روایت کے بر عکس جدیدیت کی فطرت میں ہی دینی اور مابعد الطبیعاتی دائروں میں ایسی دُھندلی فضا کو پیدا کرنا ہے جس میں نیم صداقتیں صداقتوں کا روپ دھار لیتی ہیں ، جس کے باعث وہ کلیت جس کی نمائندگی روایت کرتی ہے مصالحت کا شکار ہو جاتی ہے۔(۲)

جمال الدین پانی پتی فکرروایت کا تعارف اس طرح کرواتے ہیں کہ روایت کوئی ایسی چیز نہیں جسے کسی معاشرہ یا تہذیب نے کچھ عرصہ سے عارضی یا مستقل طور پر اختیار کر لیا ہو، بلکہ یہ وہ چیز ہے جو کسی تہذیب کی بنیاد ہوتی ہے ۔ روایت کا تعلق ایک ایسے مابعد الطبیعاتی نظام سے ہے جس سے کسی تہذیب کی ساری شکلیں پیدا ہوتی ہیں۔ مذہب، اخلاق معاشرت اور علوم وفنون کے سارے اصول اسی مابعد الطبیعاتی نظام سے اخذ کیے جاتے ہیں اور اسی کے تابع ہوتے ہیں۔ مرکزی روایت ہمیشہ ایک ہوتی ہے اور معاشرہ کی تمام دوسری روایتیں اسی مرکزی روایت سے نکلتی ہیں۔ لہٰذا وہ ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوتیں بلکہ ایک دوسرے سے مربوط اور ایک کل کا حصہ ہوتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ روایت نہ عادت کو کہتے ہیں اور نہ ہی رسم و رواج کو، بلکہ یہ ان سب سے زیادہ بنیادی چیز ہے ، ایک ایسی چیز جو نہ تو کبھی زمانے کے ساتھ تبدیل ہوتی ہے نہ ترقی کرتی ہے اور نہ ہی اس میں کوئی اضافہ ہوتا ہے۔(۳)

سلیم احمد کا کہنا ہے کہ کسی تہذیب کی مرکزی روایت اس کی دینی روایت ہوتی ہے ۔ یہ دینی روایت کسی آسمانی یا مقدس کتاب سے نکلتی ہے۔ اس روایت کی تشریح اس کے مستند نمائندے کرتے ہیں۔(۴)

سید حسین نصر طریقت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ جہاں تک طریقت کا تعلق ہے تو روایتی اسلام طریقت کو وحی کی باطنی جہت یا اس کا قلب تصور کرتا ہے۔(۵)

مفکرین روایت اور تصوف :

فکرِ روایت کے حاملین اگرچہ مغربی افراد تھے۔ ان کے ذریعہ مغرب میں تصوف کا شاذلیہ سلسلہ یورپ میں پہنچا۔ شاذلیہ سلسلہ مصر، الجیریا اور مراکش میں پایا جاتا ہے۔ یورپ میں یہ سلسلہِ تصوف متعارف کروانے

والے تمام مرد حضرات تھے۔شاذلیہ سلسلہ کو یورپ میں سب سے پہلے اوان اگیلی (Ivan Auegli) نامی شخص نے ۱۹۰۷ء میں متعارف کروایا جو ایک سویٹزر لینڈ کا مصور تھا اور وہ فرانس کے شہر پیرس میں رہ رہا تھا۔ ۱۸۹۴ء میں یہ مصوری کی خاطر مصر گئے اور وہاں ان کو عربی تہذیب ایسی پسند آئی کہ پیرس واپس آ کر یونی ورسٹی میں عربی اور سنسکرت پڑھنا شروع کر دی۔ اس شخص نے مسلمان ہونے کے بعد اپنا نام عبدالہادی رکھ لیا۔ ۱۹۰۲ء میں انہوں نے اسلام پر مضامین کا سلسلہ شروع کیا اور اسی سال مصر سے ایک مجلہ (Convito II) عربی اور اطالوی زبان میں جاری کیا۔ عبدالہادی نے اسلام کے مختلف پہلوؤں پر مضامین تحریر کیے۔ اس مجلہ کی سب سے اہم بات یہ تھی کہ یہ مجلہ شیخ محی الدین ابن عربی اور دیگر صوفیائے کرام کی تحریوں کو شایع کر تا تھا۔ ان تراجم نے بقول حسن عسکری مستشرقین کی پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کو رفع کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ اب تک اہل مغرب روحانیت کے تمام چشمے ویدانت اور بدھ مت میں محدود سمجھتے تھے۔ ان ترجموں کی بدولت لوگوں کی نظروں میں اسلام کی وقعت بھی بڑھنے لگی اور مغرب کے بہت سے ذہین لوگ اسلام کے غائر مطالعہ کی طرف مایل ہونے لگے۔ اس طرح اسلام کے خلاف یورپ میں جو تعصب تھا اسے دور کرنے کی کوششوں میں انہوں نے نمایاں حصہ لیا۔ مگر بدقسمتی سے ان کا مجلہ زیادہ دیر جاری نہ رہ سکا اور جب انگریزوں کو ان کی سرگرمیوں کا علم ہوا تو ان کو مصر سے نکال دیا گیا۔(۶)

عبدالہادی مصر میں ایک صوفی شیخ عبدالرحمن الیاس (علیش) الکبیر سے ملے جو کہ شاذلیہ سلسلہ کے شیخ تھے۔ اسی طرح اس شیخ کو ایک اور سلسلہ اکبریہ کی بھی خلافت حاصل تھی۔ شیخ محی الدین اکبر ابن عربی کی طرف نسبت کی وجہ سے یہ سلسلہ اکبریہ کہلاتا ہے۔ اس طرح عبدالہادی نے سلسلہ شاذلیہ کے ساتھ ساتھ سلسلہ اکبریہ کی بھی خلافت حاصل کر لی۔ عبدالہادی کی ملاقات اگر پیرس میں مقیم رینے گینوں سے نہ ہوتی تو اس بات کا قوی امکان تھا کہ تصوف کی یہ روایت شاید یہیں دم توڑ جاتی۔ عبدالہادی ۱۹۱۸ء میں فوت ہو گئے۔ اس کے بعد یہ سلسلہ رینے گینوں کے ذریعے آگے بڑھا۔

اس فکر کے حاملین میں رینے گینوں (Rene Guenon) اسلامی نام عبدالواحد یحییٰ کا نام اہم ہے۔ رینے گینوں ہی وہ واحد مغربی فرد ہے جس نے ۱۹۲۸ عیسوی میں مشرق یعنی مصر میں جا کر تصوف کی روایت کو پروان چڑھایا۔ اور نہ صرف بیعت کا سلسلہ شروع کیا بلکہ خلافت بھی عطا کی۔ اسی طریقہ سے یہ سلسلہ مغرب میں متعارف ہوا، مگر اہم بات یہ ہے کہ مغرب یعنی یورپ میں متعارف ہونے والے اس سلسلۂ تصوف میں پوشیدگی کا عنصر غالب تھا۔(۷)

۱۹۲۹ء میں شاذلی شیخ عبدالرحمن کی وفات کے بعد رینے گینوں نے سلسلہ شاذلیہ کی شاخ حمیدیہ میں شیخ سلمہ بن حسن سلمہ (۱۹۳۹ء۔۱۸۶۷ء) کی بیعت کر لی۔ شیخ سلمہ بن حسن سلمہ سلسلہ حمیدیہ شاذلیہ کے بانی تھے۔(۸)

اسی فکر کے ایک اور شخص فرتجوف شوآن (Frithjof Schuon) ہیں۔ شوآن جرمنی کے ایک موسیقار کے بیٹے تھے ان کے والد اس وقت اپنے اہل و عیال کے ساتھ سوئٹزرلینڈ میں مقیم تھے۔ شوآن ۱۹۳۰ء کے قریب پیرس آ گئے۔ اس دوران ان کی رینے گینوں کے ساتھ خط و کتابت شروع ہوئی۔ رینے گینوں اس وقت مصر میں مقیم تھے۔ شوآن ۱۹۳۲ء میں رینے گینوں کے کہنے پر الجیریا میں سلسلہ علویہ کے شیخ احمد بن مصطفی علوی (۱۹۳۴ء۔۱۸۶۹ء) کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے۔ تصوف کا یہ سلسلہ بھی سلسلہ شاذلیہ کی شاخ شمار ہوتا ہے۔ مسلمان ہونے کے بعد شوآن نے اپنا نام عیسیٰ نورالدین رکھ لیا۔ بعد میں شوآن کو اس سلسلہ کی خلافت حاصل ہو گئی۔

مصر میں رینے گینوں کو جتنے بھی مغربی لوگ اس کی تحریروں سے متاثر ہو کر ملتے تھے تو رینے گینوں ان کے تزکیہ نفس اور باطنی اصلاح کے لیے ان کو شوآن کے پاس بھیج دیتے تھے۔ اور ان لوگوں کی تعداد ایک یا دو نہیں تھی بلکہ بقول اینڈریو(Andrew Rawlinson) سیکڑوں میں تھی۔ جس کی وجہ تھی کہ شوو آن نے پیرس، لاؤسان (Lausanne) اور امینز (Amiens) نامی شہروں میں خانقاہیں قائم کی ہوئیں تھیں اور وہ ان خانقاہوں میں اپنے مرشد کے زیر اثر رہ کر تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کرتے تھے۔

رینے گینوں اسلام سے متاثر مغربی لوگوں کو شوآن کے پاس کیوں بھیجا کرتا تھا؟ اس کی شاید یہ وجہ تھی کہ ان کے مرشد شوآن اور ان کی زبان اور کلچر ایک تھا۔

شوآن نے دو مغربی افراد کو یورپ میں خلافت دی:

۱۔ مائیکل والساں (Michel Valsan) ، جن کا اسلامی نام شیخ مصطفی تھا اور ان کا تعلق رومانیہ سے تھا۔

۲۔ مارٹن لینگز (Martin Lings) ، جن کا اسلامی نام شیخ ابو بکر سراج الدین تھا۔ یہ برطانیہ میں شوآن کے خلیفہ تھے۔

۱۹۳۴ عیسوی کے لگ بھگ شوآن نے پیرس اور لاوسان (Lausanne) شہر میں دو خانقاہوں کی بنیاد رکھی۔ مائیکل والساں (Michel Valsan شیخ مصطفی) پیرس خانقاہ کا سربراہ تھا۔

مگر بد قسمتی سے رینے گینوں اور شوآن کے مابین تعلقات زیادہ دیر بہتر نہ رہ سکے اور ۱۹۴۹ء میں دونوں کے کام کی راہیں جدا ہو گئیں۔ رینے گینوں آخر وقت تک مصر میں ہی مرشد کے طور پر لوگوں کی اصلاح کرتے رہے اور پھر ۱۹۵۱ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ شوآن اور رینے گینوں کے اختلافات کی وجہ سے پیرس خانقاہ کا سربراہ مائیکل والسان (شیخ مصطفی) بھی شوآن سے علاحدہ ہو گیا۔

فکرِ روایت کی ایک اور شخصیت برکہارٹ (Titus Burckhardt) ہے۔ ان کا تعلق بھی جرمنی اور سوئٹزرلینڈ سے تھا۔ یہ سلسلہ شاذلیہ کی شاخ زرقاویہ کے بیعت شدہ تھے۔ سلسلۂ زرقاویہ کا تعلق مراکش سے ہے۔

اسی ایک اور فکرِ روایت کا فرد ملتا ہے جس کا نام ایان ڈیلاس (Ian Dallas) تھا۔ جبکہ ان کا اسلامی نام شیخ عبد القادر الصوفی تھا۔ ۱۹۷۳ء میں وہ شاذلیہ سلسلہ کی ایک شاخ علویہ میں بیعت ہوئے۔

ایک اور اہم نام سید حسین نصر کا ہے۔ جو ایران الاصل ہیں اور تاحال امریکہ میں مقیم ہیں۔

سلسلہ مریمیہ اور شوآن :

رینے گینوں سے اختلافات کے بعد شوآن نے اپنا کام جاری رکھا۔ کچھ عرصہ بعد شوآن کا رجحان حضرت مریم علیہا السلام کی طرف ہونے لگا۔ اسی رجحان کے زیر اثر شوآن نے ایک نیا صوفی سلسلہ متعارف کروایا جس کا نام حضرت مریم کی طرف نسبت کی وجہ سے "مریمیہ" رکھا گیا۔(۹) واضح رہے کہ اس سلسلہ کا بانی بھی شوآن ہی ہے۔ اس سے قبل اس سلسلہ کا کوئی نام یا وجود نہیں ملتا۔

۱۹۸۱ء میں شوآن امریکہ منتقل ہو گیا۔ اور امریکہ کی ریاست انڈیانا کے شہر بلومینگٹن (Bloomington) میں سکونت اختیار کی۔ اور وہاں ایک زاویہ / خانقاہ قائم کی۔

شوآن کی تعلیمات کی اہم بات یہ ہے کہ وہ بلا تفریق مذہب لوگوں کو بیعت کرتے تھے۔ اسی لیے ان کے حلقہ میں عیسائیوں کی ایک کثیر تعداد ہوتی تھی۔

۱۹۴۰ء کے بعد شوآن کی حضرت مریم علیہا السلام سے محبت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے کمرے میں حضرت مریم کا مجسمہ رکھ لیا تھا۔(۱۰)

۱۹۸۵ء کے بعد اس سلسلہ مریمیہ میں ایک وِرد کا تذکرہ بھی ملتا ہے کہ " یا مریم علیكِ السلام یا رحمٰن یا رحیم "۔(۱۱)

اسی طرح شوآن کے بارے میں یہ بات بھی مشہور ہے کہ وہ اکثر عریاں رہا کرتا تھا۔ وہ خود اس بارے میں کہا کرتا تھا کہ وہ حضرت مریم کے ایک معصوم چھوٹے بچے کی طرح عریاں رہنا پسند کرتا ہے:

"The almost irresistible urge to be naked like her little child."(12)

شوآن نے ۱۹۹۸ء میں امریکہ میں وفات پائی۔

فکرِ روایت اور اس کے اثرات :

فکرِ روایت کی تحریروں نے اگرچہ پوری دنیا پر اثرات مرتب کیے اور مقبولیت حاصل کی، مگر یورپ میں فرانس، ہنگری، اٹلی اور سپین میں زیادہ مقبول ہوئیں۔ اسی طرح پاکستان میں بھی ان تحریروں کے انگریزی تراجم زیادہ مقبول ہوئے۔

پاکستان میں اس فکر کو متعارف کروانے کا سہرا اردو ادب کے معروف نقاد محمد حسن عسکری کے سر باندھا جاسکتا ہے، جوخود فرانسیسی زبان جانتے تھے۔اس کے بعد پاکستان میں پورا ایک مکتبہ فکر وجود میں آ گیا۔اور ملک پاکستان میں اس فکر کے حاملین نے باقاعدہ ایک مجلہ اردو زبان میں "روایت" کے نام سے شروع کیا گیا۔اس مجلہ میں فکر روایت کے مفکرین کی تحریروں کے تراجم بھی شایع ہوتے تھے۔

سہیل اکیڈمی لاہور، شیخ محمد اشرف پبلیشرز لاہور اور بازیافت کراچی نے ان کی انگریزی زبان میں ترجمہ شدہ کتب کو دوبارہ پاکستان سے شایع کرنے کا بیڑہ اٹھایا جو اَب تک ان کی انگریزی تحریرات کو شایع کر رہے ہیں۔

پاکستان میں اس فکر سے متاثرین میں محمد حسن عسکری، جمال پانی پتی، سلیم احمد، سراج منیر، ڈاکٹر تحسین فراقی وغیرہ شامل ہیں۔

پاکستان میں اس فکر کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس فکر نے صرف اردو ادب پر اثرات ہی نہیں چھوڑے بلکہ زندگی کے ہر میدان کے فاضلین کو متاثر کیا۔اسی طرح ان کی کتب کے تراجم اردو میں بھی کیے گئے۔

بدقسمتی سے اس مکتبہ فکر کے افکار سے تو یہاں پاکستان کا علمی حلقہ متاثر ہوا، مگر اس مکتبہ فکر کی صوفیانہ روایت آگے نہ بڑھ سکی۔ اور یہاں کے کسی فرد کو فکر روایت کے حاملین افراد سے خلافت نہیں مل سکی۔ اور اس طرح یہاں ان کے سلاسلِ تصوف آگے نہ بڑھ سکے۔

فکرروایت اور تصوف کی فکری بنیادیں :

شو آن طریقت کے متعلق لکھتے ہیں کہ "شریعت کے بغیر کوئی طریقت نہیں ہو سکتی۔ شریعت ایک دائرہ ہے ،طریقت اس کا نصف قطر ہے اور حقیقت اس کا مرکز ہے۔ اسلامی تصوف میں یہ ممکن نہیں کہ اسلام کے کسی بنیادی اصول کو رد کر دیا جائے حتیٰ کہ ان موقعوں پر بھی نہیں جب کسی عمومی توضیح یا سطحی تفسیر کی نفی مقصود ہو۔ یہاں تک کہا جا سکتا ہے کہ تصوف تین اعتبار سے مُقلّد ہے۔ ایک تو یہ کہ اُس کی بنیاد اسلامی ہیئت کے سوا کچھ نہیں اور اُسی سے وہ پروان چڑھا۔ دوسرا یہ کہ اس کا عرفان اور اس کے اصول حقیقت سے موافقت رکھتے ہیں خطا سے نہیں۔ تیسرا اس لیے کہ یہ ہمیشہ اسلام سے منسلک رہا اور اپنے آپ کو اسلام اور صرف اسلام کا "لُبّ" یعنی نچوڑ سمجھتا رہا۔ ابن عربی نے شوخیِ الفاظ اور بے باکیِ اظہار سے دفتر کے دفتر بھر دیے لیکن اُس نے بدھ مت تو قبول نہیں کیا اور نہ ہی اُس نے شریعت کے قوانین اور اذعانی اصولوں کو رد کیا۔ یعنی اُس نے کسی بھی مرحلے پر نہ راسخ الاعتقادی کا دامن چھوڑا، نہ اسلام کا اور نہ حقیقت و طریقت کا۔" (۱۳)

اسی طرح لکھتے ہیں کہ اسلام کی طریقت بنیادی طور پر عقلی ہے۔ (۱۴)

شو آن اسلام، ایمان اور احسان کے درمیان فرق اس طرح واضح کرتے ہیں کہ پہلی چیز ہے "ایمان"، یعنی بندے کا عقلی طور پر وحدتِ الٰہی کو تسلیم کرنا۔ چونکہ ہم انفرادیت اور اجتماعی دونوں طرح کی زندگیاں گزارتے ہیں اس لیے دوسری چیز ہے "الاسلام"، یعنی بندے کا اپنی خواہشات کو ذاتِ واحد یا تصورِ احدیت کے تابع کر لینا۔ تیسرا عنصر "الاحسان" ہے جو پہلے اور دوسرے عناصر کو وسعت دے کر یا گہرائی عطا کر کے ایک ایسے نقطے پر لے آتا ہے جو اُن کی حتمی منزل ہے۔ الاحسان کی بدولت "ایمان" عرفان بن جاتا ہے یا شعورِ الٰہی میں شامل ہو جاتا ہے اور "اسلام" وجودِ الٰہی کے سامنے "فنا" کا درجہ پالیتا ہے۔ (۱۵)

شو آن کے نزدیک تصوف خلوصِ عبادت کا نام ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ' "احسان' اور 'تصوف' دونوں کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اللہ کی اخلاص کے ساتھ عبادت کی جائے اور عقل و اختیار کو اُن کی ساری گنجائشوں کے ساتھ عبادت کے الفاظ اور اُس کی اوّلین سماوی روح سے ہم آہنگ کر دیا جائے جس کی

وہ عکس ہے۔ شیخ احمد علوی صوفیاء کی رائج اصطلاحات کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ احسان کی ابتدا مراقبے سے ہوتی ہے اور انتہا مشاہدے پر۔" (۱۶)

تصوف کے لیے جو اسلام کا مغز ہے مابعد الطبیعاتی عقیدہ یہ ہے کہ "حقیقتِ مطلق" کے علاوہ اور کوئی حقیقت نہیں۔ جہاں تک دنیا اور اپنے وجود کی حقیقت کو تسلیم کرنے کی مجبوری ہے تو واقعہ یہ ہے کہ ساری کائنات اسی حقیقتِ مطلق کا مظہر ہے۔ کائنات کی اس حقیقت اضافی کی علامتیت کا نقطۂ عروج ذاتِ محمد ہے (۱۷)۔

برکھارٹ اس اعتراض کا جواب کہ تصوف کی بنیادیں غیر اسلامی ہیں اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، وہ اس کا جواب کچھ اس طرح دیتے ہیں کہ تصوف قرآن وسنتِ نبوی سے ماخوذ ہے۔ وہ لکھتے ہیں :

"The decisive argument in favour of the Muhammadan origin of Sufism lies, however, in Sufism itself. If sufic wisdom came from a source outside Islam, those who aspire to that wisdom---which is assuredly neither bookish nor purely mental in its nature---could not rely on the symbolism of the Quran for realising that wisdom ever afresh,whereas in fact everything that forms an integral part of the spiritual method of Sufism is constantly and of necessity drawn out of the Quran and from the teachings of the Prophet."(18)

مارٹن لینگز (Martin Lings)، جن کا اسلامی نام شیخ ابو بکر سراج الدین تھا وہ لکھتے ہیں کہ "ہم پراگندگی اور تشنگی کے عہد میں جی رہے ہیں، اس عہد میں اخفاء سے زیادہ ابلاغ مفید ہے۔ پھر بڑا مسئلہ یہ ہے کہ جدید دنیا میں فلسفیانہ اور سائنسی قضیوں اور احوال سے جو لازمی منطقی تقاضے پورے ہو رہے ہیں اس کا تسلی بخش حل صرف تصوف کی طرف سے فراہم کیا جا سکتا ہے۔۔۔۔ صرف تصوف ہی ایسے جوابات فراہم کر سکتا ہے جو نہ تو کسری اور جزوی ہوں اور نہ کسی فرقہ وارانہ تعصب کے کارن پہلے سے مصالحت آمادہ۔۔۔ جس طرح عقلیت پرستی ایمان چھین سکتی ہے اسی طرح تصوف اسے بحال کر سکتا ہے۔" (۱۹)

حضرت عنایت خان اور تصوف:

حضرت عنایت خان چشتی سلسلہ سے منسلک تھے اور مغرب میں ایک موسیقار کے طور پر آئے تھے۔ وہ ۱۹۰۲ء میں امریکہ کے شہر سان فرانسسکو پہنچے۔(۲۰) وہاں ان کی ملاقات رابعہ مارٹن سے ہوئی۔ یہ ان کی مغرب میں پہلی شاگردہ تھی اور یہ خاتون ابتداً ان سے ہندوستانی موسیقی سیکھتی تھی۔ پھر حضرت عنایت خان نے ان کو خلافت عطا کر دی۔ ۱۹۱۲ء میں حضرت عنایت خان برطانیہ آ گئے۔ یہاں پر وہ آٹھ سال رہے۔ اور یہیں پر ۱۹۱۳ء میں اَورا باکر (Ora Baker) سے شادی کر لی۔ مسلمان ہونے کے بعد اورا باکر نے اپنا نام آمنہ بیگم عنایت خان رکھ لیا۔

۱۹۱۴ء میں حضرت عنایت خان نے پہلی کتاب لکھی جس کا نام "A Sufi Message of Spiritual Liberty" ہے۔ مغربی زبان میں ایک صوفی کی طرف سے لکھی گئیلکھی جانے والی یہ پہلی کتاب ہے۔ حضرت عنایت خان نے ۱۹۱۵ء میں ایک مجلہ "The Sufi" کے نام سے لندن سے شایع کرنا شروع کیا۔ یہ بھیمغرب میں اپنی نوعیت کا پہلا مجلہ تھا۔

اسی طرح برطانیہ میں ان کے ارادت مندوں کا سلسلہ آگے بڑھتا رہا۔ ۱۹۲۰ء میں اپنے اہل و عیال کے ساتھ وہ فرانس چلے گئے اور پھر ۱۹۲۳ء میں وہاں سے امریکہ چلے گئے۔ حضرت عنایت خان ۱۹۲۶ء میں واپس ہندوستان آ گئے اور ۱۹۲۷ء میں انہوں نے وفات پائی۔

انہوں نے یورپ اور امریکہ میں رہ کر مندرجہ ذیل عورتوں کو خلافت عطا کی۔ جن کے نام حسب ذیل ہیں:

۱۔ رابعہ مارٹن (امریکہ)، مئی ۱۹۱۲ء میں رابعہ مارٹن نے امریکہ میں اعلانیہ طور پر تصوف کے اس سلسلہ کو آگے بڑھایا۔ ۱۹۴۷ء میں رابعہ مارٹن وفات پا گئیں، جبکہ انہوں نے ڈیوس (Ivy Duce) نامی عورت کو اپنا خلیفہ مقرر کیا تھا۔ ۱۹۸۱ء میں یہ خاتون وفات پا گئیں۔ ڈیوس کی وفات کے بعد جیمز مائیکی (James Mackie) کو خلافت مل گئی۔

۲۔ لوسی گڈانف (Lucy Good enough) (برطانیہ)

۳۔ سینٹسبری گرین (Sainsbury Green) (برطانیہ)

۴۔ میرو اگیلنگ (Mevrouw Egeling) (ڈنمارک)

۵۔ ڈولینڈ جن کا اسلامی نام نرگس تھا۔ ان کا تعلق بھی برطانیہ سے تھا۔

اسی طرح ایک مرد خلیفہ کا نام بھی ملتا ہے جس کو حضرت عنایت خان سے خلافت ملی۔ یہ ایک امریکی فرد تھا۔ جس کا نام سیموئیل لوئیس (Samuel Lewis) تھا اور جو مرشد سام کے نام سے مشہور ہے۔ مگر یہ شخص بدھ مت اور ہندو مت کی صوفیانہ روایات بھی رکھتا تھا۔ اس طرح یہ شخص اسلامی تصوف کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب کی روایات کو ملاتا تھا۔

حضرت عنایت خان کی وفات کے بعد ان کے بھائی محبوب خان کے ذریعے تصوف کا یہ سلسلہ آگے بڑھتا رہا ۔ اور لوسی گڈ انف (Lucy Good enough) محبوب خان کی معاون رہی۔

حضرت عنایت خان کی تعلیمات کے دو اہم پہلو تھے :

الف۔ غیر مسلموں کو مایل کرنا۔

ب۔ عورتوں کو اہم مقام دیا۔

اسی طرح یہ سلسلہ ان کے بھائی محبوب خان (م۔ ۱۹۴۷ء) اور پھر حضرت عنایت خان کے بڑے بیٹے پیر ولایت خان کے ذریعے پھیلتا رہا۔ اور پھر ولایت خان نے اپنے بیٹے ضیاء عنایت خان کو خلافت عطا فرمادی (۲۱)۔

حواشی و حوالہ جات

1. Andrew Rawlinson, A History of Western Philosophy, p. 10.

۲۔ نصر، سید حسین، جدید دنیا میں روایتی اسلام، ترجمہ: سجاد باقر رضوی، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۶ء، ص ۱۲۔

۳۔ پانی پتی، جمال، جدیدیت اور جدیدیت کی ابلیسیت، اکادمی بازیافت، کراچی، ۲۰۰۵ء، ص ۲۰۴۔

۴۔ روایت مجلہ نمبر ا، سلیم احمد، مضمون بعنوان: "عسکری صاحب کے بارے میں چند باتیں"، مکتبہ روایت، لاہور، ۱۹۸۳ء، ص ۱۸۷

۵۔ نصر، سید حسین، جدید دنیا میں روایتی اسلام، ترجمہ: سجاد باقر رضوی، ص ۱۲۔

۶۔ عسکری، محمد حسن، مجموعہ، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۰ء، مضمون بعنوان "مغرب میں مسلمانوں کے تبلیغی وفود" ص ۶۷۲ تا ۶۷۳۔

7. W/Waterfield R. Waterfield, 'Rene Guenon', Crucible,np, 1987, p. 122, SVI Samuel Lewis, Sufi Vision and Initiation', Sufi Islamia/Prophecy Press, San Francisco & Novato, 1986.

8. Lings, Martin, A Sufi Saint of the Twentieth Century: Shaikh Ahmad al-Alawi,London, George Allen & Unwin, 3791, p.45-46.)

9. Nasr, S. H., Biography of Frithjof Schuon, p. 89-90.

10. Andrew Rawlinson, A History of Western Philosophy, p.

11. Sardar, Ziauddin, "A Man for All Seasons", Impact International December, 33-36, 1993.

12. Andrew Rawlinson, A History of Western Philosophy, p. 10.

۱۳۔ شوآن، فرتجوف، عیسیٰ نور الدین، مترجم: سید سلیم گیلانی، تفہیم اسلام، علم و عرفان پبلیشرز، لاہور، ۲۰۰۰ء، ص ۱۷۹۔

۱۴۔ شوآن، فرتجوف، عیسیٰ نور الدین، مترجم: سید سلیم گیلانی، تفہیم اسلام، ص ۱۵۳۔

۱۵۔ شوآن، فرتجوف، عیسیٰ نور الدین، مترجم: سید سلیم گیلانی، تفہیم اسلام، ص ۱۵۴۔

۱۶۔ شوآن، فرتجوف، عیسیٰ نور الدین، مترجم: سید سلیم گیلانی، تفہیم اسلام، ص ۲۰۰۔

۱۷۔ شوآن، فرتجوف، عیسیٰ نورالدین، مترجم: سید سلیم گیلانی، تفہیم اسلام، ص۱۳۸۔

18. (Titus, Burckhardt, Trnslated by D. M. Matheson, An Introduction to the Sufi Doctrine, Muhammad Ashraf Publications, Lahore, 1959, p. 5,6.)

۱۹۔ روایت مجلہ نمبر ۱، ابو بکر سراج الدین، مضمون بعنوان: "تین ادارے تین کتابیں، تصوف کی چند حالیہ کتابوں پر تبصرہ"، مکتبہ روایت، لاہور، ۱۹۸۳ء، ص ۲۰۷۔

20. de J-K E., de Jong-Keesing, Inayat Khan , East-West Publication, The Hague, 1974, p.45-48.

21. VB W. van Beek, 'Hazrat Inayat Khan', Vantage Press (USA), 1983.

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆